ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۲	ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ ۔ دسمبر ۲۰۰۵ء	جلد : ۱۳

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلٰی

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
فون نمبرات	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال
جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311	بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310	برطانیہ، افریقہ.................سالانہ ۱۴ ڈالر
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662	امریکہ..........................سالانہ ۱۶ ڈالر
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702	جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
- موبائل : 092 - 333 - 4249301	E-mail: jmj786_56@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
تحویلِ قبلہ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
شیخ الاسلامؒ کی شخصیت.........	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب	۱۵
حج کی عظمت وفضیلت	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۲۶
وفیات		۳۱
نتیجہ وفاق المدارس العربیہ		۳۲
حج ایک عاشقانہ فریضہ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۴۷
کارگذاری سفر مظفر آباد و بالاکوٹ	خالد عثمان	۵۳
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۶
دینی مسائل		۵۸
خانقاہ حامدیہ اور رمضان المبارک	عُکاشہ یوسف	۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد

پاکستان کئی برسوں سے اندرونی اور بیرونی مشکلات سے دوچار ہے اور اِس کے ذمہ دار سیاسی قیادت اور جرنیل دونوں ہیں اور اِن کی نااہلی کی وجہ سے اِن مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا کہ اکتوبر میں قدرتی آفت تباہ کن زلزلہ کی صورت میں نازل ہوئی اور پاکستان کے شمالی علاقے اس سے بری طرح متأثر ہوئے، لاکھوں افراد ہلاک وزخمی اور لاکھوں ہی بے گھر ہوگئے، اسی طرح لاکھوں بچے بے آسرا اور یتیم ہوگئے۔ ان علاقوں کے لوگوں کی بحالی پر اگر بھرپور توجہ دی جائے تو بھی کئی برس لگیں گے مگر حالات کی اس قدر سنگینی کے باوجود حکمرانوں کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ۲۶ رنومبر کے اخبار اطلاعات کے مطابق گیارہ کھرب روپے کی خطیر رقم سے جی ایچ کیو کی تعمیرِ نو کا منصوبہ بنایا جارہا ہے حالانکہ جی ایچ کیو کی شاندار عمارت پہلے سے موجود ہے اور فوج کے جرنیلوں کے استعمال میں ہے جبکہ دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ لاکھوں افراد شمالی علاقوں کی سرد ہواؤں اور برفباری میں کھلے آسمان تلے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں پڑے ہیں، عورتوں اور بچوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ سرکاری سطح پر زخمیوں کی دواء دارو کا بھی کوئی تسلی بخش انتظام نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہوتا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم آئے دن شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے ساتھ ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر فرائض کی ادائیگی کے نام پر سیر و سیاحت کر آتے ہیں خوشامدیوں کا ایک مضبوط حلقہ اُن کے گرد ہوتا ہے جو ''سب ٹھیک ہے'' کی مالا جپ رہا ہوتا ہے اور بس۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ اس مصیبت کے وقت تمام غیر ترقیاتی اخراجات ختم کر دیئے جائیں اور ترقیاتی منصوبوں پر بھی نظر ثانی کرتے ہوئے صرف اُن منصوبوں کو باقی رکھا جائے جو ملک کے لیے انتہائی ضروری ہوں اور تمام تر توجہ اپنے بے گھر ہونے والے بھائیوں پر مرکوز کر دینی چاہیے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی یہی رہا ہے اور اُمت کو اِس کی تعلیم بھی دی ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

دُعائے صحت کی اپیل

امیر الہند حضرت اقدس مولانا سید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ کو عید کے بعد وِیل چیئر سے گرنے کی وجہ سے سر پر چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے برین ہیمرج ہوگیا۔ حضرت اُس وقت سے تاحال بیہوش ہیں اور حالت انتہائی تشویشناک ہے، حضرت والا کے لیے قارئین کرام سے دعائے صحت کی خصوصی اپیل کی جاتی ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا درسِ حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاۂ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اہلِ بدر اور اہلِ حدیبیہ کا مقام۔ حضرت حاطبؓ کی براء ت

صحابہ کرامؓ کی جانب سے نبی علیہ السلام کی بے مثال تعظیم

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۸ سائیڈ اے (۱۹۸۵۔۶۔۲۱)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد !

حضرت حاطبؓ کا خاندانی پس منظر :

ایک صحابی ہیں جن کا اسمِ گرامی ہے حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، یہ رہنے والے تھے مکہ مکرمہ کے لیکن اِن کی قوم بڑی نہیں تھی مختصر تھی ہجرت کر آئے تھے، کچھ اہلِ خانہ مکہ مکرمہ میں رہ گئے جو لوگ بڑے خاندانوں والے ہوئے اُن کا سلسلہ تو یہ ہوا کہ مدینہ منورہ میں بھی مکہ والوں کی جائیدادیں تھیں انھوں نے طے کرلیا مکہ مکرمہ کے کافر دوستوں سے رشتہ داروں سے قبیلے والوں سے کہ تم ہماری جائیداد کی یہاں نگرانی کرتے رہو ہم تمہاری جائیداد کی مدینہ شریف میں نگرانی کرتے رہیں گے اس طرح ہمارے رشتہ داروں کا بھی ذرا خیال رہے۔ تو وہ (مشرکین مکہ) اپنی جائیداد کی طمع میں لالچ میں مان گئے اس بات کو، کہ ٹھیک ہے۔ اب حضرت حاطبؓ جو تھے

اِن کا بہت مختصر خاندان تھا۔ اِن کے پاس ایسا ذریعہ نہیں تھا کوئی جو اپنے بقیہ رشتہ داروں کا تحفظ مکہ مکرمہ میں کافروں کے ذمہ کرسکیں۔

ایک تدبیر :

چنانچہ اُنھوں نے ایک طریقہ نکالا یہ کہ چلو کچھ میں احسان کرتا ہوں ان اہلِ مکہ کے ساتھ تاکہ تعلقات پیدا ہوں اور پھر یہ ہوگا کہ وہ میرے وہاں کے رشتے داروں کا خیال رکھیں گے۔ اس کی صورت جو اِن کے ذہن میں آئی وہ یہ تھی کہ اُن کے نام ایک خط لکھ دیا مکہ مکرمہ کے کسی سردار کے نام یا ابُوسفیان کے نام اور ایک عورت کو دیا کہ تو یہ خط وہاں پہنچا دے۔ اس خط میں یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے وغیرہ وغیرہ اس طرح کی چیزیں، اس میں کوئی راز کی بات نہیں تھی۔ مضمون تھا ایک ایسا کہ جس سے گویا شبہہ پیدا ہوتا تھا مخبری جیسا کہ مخبری کی ہو۔

اس تدبیر کا نقصان :

اب اس چیز کا جانا وہاں کہ ہماری طاقت اتنی بڑھ گئی ہے ایسے تھا جیسے سوئے ہوئے لوگوں کو جگا دیا جائے اور ایسے تھا جیسے کہ مکہ والے بھی تیاری کریں، گویا مقابلہ میں پھر وہ تیاری کرتے وہ غلط بات ہوتی نقصان ہوتا ہے اس سے وہ جس حال میں تھے رہیں اُس حال میں۔ تو نتیجہ کے لحاظ سے اس خط کے پہنچنے میں نقصان تھا۔

نبی علیہ السلام کو آگاہی :

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلایا اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کو بھیجا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک عورت ملے گی اور اُس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ یہ حضرات سواری سے چلے اور تیزی سے وہاں پہنچ گئے اور پکڑ لیا، عورت واقعی وہاں تھی سفر کر رہی تھی اُس کو روکا، روک کے پوچھا لاؤ کہ وہ خط کہاں ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے ضرور۔ وہ منع کرتی رہی یہ اصرار کرتے رہے، اُس نے اِدھر اُدھر بتا بھی دیا اشاروں سے یا جس طرح بھی کہ دیکھ لو یہ دیکھ لو نہیں ہے میرے پاس۔ اب غلط بات تو تھی ہی نہیں نبی علیہ السلام کی، سوال ہی نہیں پیدا نہیں ہوتا۔

جامہ تلاشی کی دھمکی :

تو ان حضرات نے کہا تو خط نکال دے نہیں تو تیرے کپڑے اُتار کر ہم تلاشی لیں گے جامہ تلاشی لیں گے پھر اُس نے یہ کیا کہ جو کپڑا باندھ لیتے تھے سفر کے لیے کمر کسنے کے لیے تاکہ تھکان کم محسوس ہو اُس میں چٹیا اس نے دے رکھی تھی اور چٹیا میں وہ خط تھا، بڑا ہی محفوظ انداز میں گویا وہ لے جارہی تھی۔ اُس نے وہ کپڑا کھولا چٹیا کھولی پھر وہ خط نکال کر دے دیا۔ وہ خط یہ حضرات لے کر اِدھر آگئے یہاں وہ پڑھا گیا تو اُس میں یہ مضمون تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاقت بہت بڑھ رہی ہے اور وہ تم لوگوں کا ارادہ فرمارہے ہیں گویا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ یہ مضمون جب پڑھا گیا تو پھر ایسے ہوا کہ کچھ صحابہ کرام کو بڑا غصہ آیا انھوں نے کہا کہ منافق ہے کسی نے کہا مار دو اِس کو، اجازت دیجئے ہم اِس کی گردن مارے دیتے ہیں۔

اپنی صفائی :

انھوں (حضرت حاطب ؓ) نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ صحیح بات جو ہے وہ میں عرض کیے دیتا ہوں، صحیح بات جو ہے وہ یہ ہے کہ جو جناب کے ساتھ ہیں صحابہ لَھُمْ قَرَابَاتٌ یَحْمُوْنَ بِھَا اَھْلِیْھِمْ جو جناب کے صحابہ کرام ہیں تو اُن کی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں اُن کی وجہ سے یہ اپنے گھر والوں کا تحفظ کر لیتے ہیں میرا کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا تو میں نے یہ سوچا اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَ ھُمْ یَدًا میں ان کے ساتھ کچھ احسان کروں تاکہ میرے گھر والوں کا بھی ایسا انتظام ایک ہو جائے مجھے جو پریشانی رہتی ہے ذہنی بے چینی رہتی ہے تو مجھے اطمینان حاصل ہو جائے ان کی طرف سے کہ وہ وہاں نہیں ستائے جا رہے انھیں تنگ نہیں کیا جا رہا ہے۔

دربارِ رسالت سے حضرت حاطب ؓ کی تصدیق :

تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں، یہ بات ان کی غلط نہیں ہے، واقعی انھوں نے اسی لیے لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ زیادہ تھا۔

حضرت حاطب ؓ بدری تھے :

تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ شرکاء بدر میں ہیں، بدری ہیں یہ۔ اور اہلِ بدر پر اللہ تعالیٰ نے نظرِ رحمت

فرمائی ہے یعنی ان سے غلط کام بدنیتی وغیرہ یہ خرابیاں دُور فرمائی ہیں ۔ان خرابیوں کے دُور کرنے کو اللہ نے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے جن الفاظ سے بتلایا ہے وہ یہ ہیں کہ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کردیا یعنی یہ کہ تمہارے اُوپر میں نے اپنی رحمت کی نظر فرمادی، اپنی رحمت تمہارے شامل حال کردی، ایمان اُتار دیا تمہارے دلوں میں ۔تو جب ایمان اُتر آئے تو پھر گناہ نہیں ہوتے ۔قرآن پاک میں ہے : حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان محبوب بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت دے دی وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اور فسوق اور عصیان کو مکروہ بنادیا، نافرمانی انھیں پسند ہی نہیں رہی، تو اس کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا گیا۔دوسرے کلمات گویا جو استعمال میں آئے وہ یہ ہیں کہ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا یعنی یہ کہ میں نے رحمت کی نظر فرمادی یعنی یہ کہ میں نے تمہارے دلوں میں ایمان اُتار دیا اور برائی برائی لگنے لگی تمہیں اور اچھائی اچھی لگنے لگی تمھیں، پھر تم سے برے کام ہوں گے ہی نہیں۔

اہلِ بدر اور حدیبیہ والوں کی فضیلت کی ایک اور مثال :

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام حضرت حاطب ؓ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے شکایتیں کیں اور ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی کہا لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ حاطب جو ہیں یہ آگ میں جائیں گے کیونکہ یہ یہ خراب عادتیں ہیں اِن کی، اُس کے ذہن میں کوئی بُرائی ہوگی اُس کو اب موقع مل گیا برائی ظاہر کرنے کا تو ان کلمات سے ظاہر کیا۔تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کَذَبْتَ لَایَدْخُلُھَا یہ غلط کہتے ہو وہ نار میں جہنم میں نہیں جائیں گے فَاِنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَیْبِیَّۃَ کیونکہ انھوں نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے، تو بدر میں جہاد اور حدیبیہ میں بیعتِ رضوان۔اور قرآن پاک میں ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ درخت کے نیچے جب وہ بیعت کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی رضا مندی کا فیصلہ فرمادیا فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ہ وَمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا آگے کے بارے میں بھی بہت کچھ بتلایا گیا سورہ انافتحنا میں ۲۶ ویں پارہ میں ان کی تعریف ہے اور شروع یہاں سے ہوئی ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ . حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بیعتِ رضوان والوں میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا اور ایک آدھ آدمیوں کے نام ایسے آتے ہیں کہ جنھوں نے یہ بیعت نہیں کی چھپ گئے اُونٹ کی آڑ میں درخت کی آڑ میں کہیں اور بیٹھ کر چھپ گئے ، ایک آدھ آدمی منافقین میں ایسے بھی ہیں ورنہ صحابہ کرامؓ نے بیعت کی ہے ساتھ دیا ہے، کٹھن وقت تھا اور اُس وقت وہ پُر جوش تھے یہ صرف چودہ سو حضرات تھے بہت تھوڑی تعداد تھی ، صرف ڈیڑھ ہزار اور دوسرا اُن کا اپنا علاقہ بھی نہیں تھا اور پھر جوش یہ تھا کہ لڑیں گے اور یہ خیال ہی نہیں تھا کہ ہم ہار بھی سکتے ہیں وہ جان دینے کے لیے تیار تھے ، تو بہت بڑی چیز ہے یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر اِس طرح کی قربانی کے لیے تیار تھے۔

صحابہ کرامؓ کو آقا کی بے ادبی برداشت نہ تھی :

ایک شخص آیا تھا کفارِ مکہ کی طرف سے اس حدیبیہ کے موقع پر اور اُس نے اجازت لی اہلِ مکہ سے کہ میں جاؤں دیکھ کر آؤں ان لوگوں کو ، تو انہوں نے کہا کہ ہاں چلیں جائیں آپ دیکھ کر آئیں اور ہمیں آپ پر اعتماد ہے آپ غلط بیانی نہیں کریں گے اور آپ کی سمجھ پر بھی اعتماد ہے۔ وہ آئے آکر باتیں کرنے لگے ، تو باتیں جب کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی مبارک ڈاڑھی کو ہاتھ لگا کر عرض کرتے۔ حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ جو تھے انہوں نے اس سے کہا اَخِّرْ یَدَکَ عَنْ لِحْیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ جو طریقہ ہے گفتگو کا ، آپ یہاں نہ کریں۔ بہت بڑے حضرات کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جا سکتا ، تو اپنا ہاتھ پیچھے رکھ ڈاڑھی سے۔

اُس شخص کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں ابتدائی تاثیر :

پھر وہ کہنے لگا کہ جناب میں آپ کے اِرد گرد جو لوگ دیکھ رہا ہوں کہ کوئی کہیں کا ہے کوئی کہیں کا ہے۔ اگر سب ایک جیسے ہوں ایک قبیلہ ہو ایک خاندان ہو کوئی ایک برادری ہو یا پوری پوری برادریاں ہوں تو وہ تو لڑتے ہیں مقابلہ کرتے ہیں جمتے ہیں ، آپ کے ساتھ تو ایک آدمی کہیں کا ہے ایک کہیں کا ہے تو خَلِیْقًا اَنْ یَّفِرُّوْا یہ بھاگ جائیں گے ذرا سی لڑائی ہوگی تو اِس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بہت سخت جملہ کہا اور پھر فرمایا اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کیا ہم بھاگ جائیں گے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر۔

صحابہ کرامؓ کا نبی علیہ السلام کے ساتھ تعظیم کا معاملہ :

پھر وہ دیکھتا رہا حتی کہ وضو کا وقت آ گیا۔ جب وضو کا وقت آیا تو پھر صحابہ کرام کو دیکھا کہ آپ کے وضو کا پانی ہی زمین پر گرنے نہیں دیتے، لے لیتے ہیں ہاتھ پر اور خود اپنے جسم پر ملتے ہیں اور اگر کسی صحابی کو خود پانی نہیں مل سکا تو وہ دوسرے آدمی کے پانی سے لے کر ہاتھ مل کر وہ پانی لے لیتے تھے تبرک کے لیے اور کلی تک کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، اور جب بات کرتے ہیں تو سارے چُپ ہو جاتے ہیں اور جب کسی کام کا حکم فرماتے ہیں تو اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ ہر ایک یہ چاہتا ہے میں پہلے کر دُوں۔

اُس شخص کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں آخری تأثر :

تو وہ شخص واپس مکہ آیا اُس نے آ کر بتایا کفارِ مکہ کو کہ میں تو کسریٰ کے یہاں بھی گیا ہوں اور قیصر کے یہاں بھی گیا ہوں اور وَوَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْکِ اور بادشاہوں کے یہاں بھی گیا ہوں لیکن میں نے کہیں یہ نہیں دیکھا کہ مَا یُعَظِّمُوْنَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا (علیہ السلام) کہ وہ ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور میری رائے تو یہ ہے کہ جو انہوں نے کہہ دیا ہے وہ مان لو اور کہلایا یہ تھا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم عمرہ کرنے آئے ہیں ہمیں بیت اللہ تک پہنچے دو بس، یہ کہلایا تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے، احرام کی حالت میں بھی تھے قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے۔ اور اگر چاہیں قریش کے لوگ تو ہم صلح کر لیں۔ بہر حال ایک شدید آزمائش کا موقع تھا لیکن صحابہ کرامؓ ثابت قدم رہے، اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند آئی تو قرآن پاک میں آیت اُتری لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ اور آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کَذَبْتَ لَا یَدْخُلُھَا غلط خیال ہے تمہارا یہ جہنم میں نہیں جائیں گے فَاِنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَیْبِیَّۃَ یہ بدر میں بھی شامل ہوئے ہیں اور حُدیبیہ کے موقع پر بھی یہ شامل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اِن حضرات کی تعظیم کرتے رہیں محبت رکھیں اور آخرت میں اللہ ہمیں اِن کا ساتھ نصیب فرمائے آمین، اختتامی دُعا......................

سلسلہ نمبر۱۸

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

تحویلِ قبلہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْهَا ط قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ط وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ط وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ ط وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورہ بقرہ ، ع ۱۷)

بے سمجھ لوگ (اب) یہ کہنے لگیں گے کہ کس چیز نے ان (مسلمانوں) کو اُن کے اِس قبلہ سے کہ جس پر وہ اب تک تھے ہٹا دیا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی مِلک ہیں، وہ جسے چاہے سیدھی راہ چلا دیتا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اُمتِ عادل بنایا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر۔ اور جس قبلہ پر آپ اب تک تھے اسے

تو ہم نے اِسی لئے رکھا تھا کہ ہم پہچان لیں رسول کا اتباع کرنے والوں کو اُلٹے پاؤں واپس جانے والوں سے۔ یہ حکم گراں ہے مگر اُن لوگوں کو نہیں جنہیں اللہ نے راہ دکھادی ہے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع ہوجانے دے تمہارے ایمان کو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے''۔

اِن آیاتِ مبارکہ میں تحویل قبلہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قبلہ جس کی طرف رُخ کرکے عباداتِ نماز ادا کی جاتی ہے، ایک ایماندار کے لئے جان سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ بغیر گرانی طبع کے اس کی تبدیلی آسان نہ تھی۔ لیکن احکام نبویہ کے دلدادہ مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ جب انہیں قبلہ بدل دینے کا حکم دیا گیا بخوشی انہوں نے اِسے قبول کرلیا حتی کہ ایک جگہ تو ایسا ہوا کہ جب انہیں اطلاع پہنچی تو وہ نماز میں تھے، اور عین نماز کی حالت میں انہوں نے اپنا رُخ قبلہ کی طرف پھیرلیا۔ بیت المقدس مدینہ منورہ کے شمال میں ہے اور کعبۃ اللہ جنوب میں ہے، اِن حضرات نے نماز ہی میں شمال سے جنوب کی طرف رُخ کرلیا۔ جدھر پہلے رُخ تھا اُدھر پشت ہوگئی۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے اور اِس میں نشانات قائم رکھے گئے ہیں اور یہ ''مَسْجد ذِی الْقِبْلَتَیْن'' یا ''مَسْجِد قبلتین'' کہلاتی ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں دنیا کے ایک عظیم محدث علامہ تھے، فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح مکہ مکرمہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دی، اِسی طرح بیت المقدس کے قریب ان کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بارے میں بھی کوئی خاص آزمائش لی گئی۔ اور مکہ مکرمہ کو اولادِ اسماعیل علیہ السلام کا قبلہ قرار دیا گیا اور بیت المقدس کو اولادِ اسحٰق علیہ السلام کا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے کوئی شخص ایسی جگہ جائے کہ جہاں اولادِ اسحٰق علیہ السلام ان سے زیادہ تعداد میں رہتی ہو تو وہاں وہ بھی بیت المقدس کی طرف ہی رُخ کرکے نماز پڑھیں اور اگر اولادِ اسحٰق علیہ السلام میں سے کوئی ایسی جگہ جائے جہاں اولادِ اسماعیل علیہ السلام کی کثرت ہو تو وہ بیت اللہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو اِسی طرح نماز پڑھتے رہے کہ آپ کا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف بھی ہو اور بیت المقدس کی طرف بھی ہو۔ پھر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مذکورہ بالا حکم کے تحت آپ نے نماز میں اُسی طرف رُخ کیا جس طرف آلِ یعقوب بن اسحٰق یعنی یہود رُخ کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ

کی پسند یہ تھی کہ آلِ اسماعیل علیہ السلام کا قبلہ اب ساری دُنیا کا قبلہ بنادیا جائے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم حضرت نوح اور حضرت آدم علیہم السلام کا قبلہ تھا یہی وہ عظیم مقام تھا کہ جس کا طواف سب انبیاء کرام نے کیا، صاحبِ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا۔

زمین کی پیدائش ہوئی تو یہ حصہ سب سے پہلے پیدا ہوا۔ غرض یہ وسطِ ارض تھا اور خدا کا سب سے پہلا گھر۔ تفسیر ماجدی میں ص ۵۰ پر ہے کہ :

''اسمتھ اپنی تصنیف لیکچرز آن محمد اینڈ محمد ازم میں ص ۱۶۶ پر لکھتے ہیں :

بنائے کعبہ کا سلسلہ حسبِ روایات اسماعیل اور ابراہیم علیہما السلام تک پہنچتا ہے بلکہ شیث و آدم علیہما السلام تک اور اِسی کا نام بیت ایل خود اِس پر دلالت کرتا ہے کہ اسے ابتدائی شکل میں کسی ایسے ہی بزرگ قبیلہ نے تعمیر کیا ہے۔ سر ولیم میور لائف آف محمد کے مقدمہ میں ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳ پر لکھتا ہے: مکہ کے مذہب کی تاریخ بہت ہی قدیم ماننی پڑتی ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ ایک نامعلوم زمانہ سے ملک عرب کا مرکز چلا آتا ہے، جس مقام کا تقدس اتنے وسیع رقبہ میں مسلم ہو، اُس کے معنی ہی یہ ہیں کہ اُس کی بنیاد قدیم ترین زمانہ سے چلی آتی ہے''۔

اب وقت آگیا تھا کہ بنائے آدم و ابراہیم علیہما السلام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا جائے، چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قلبِ اطہر نے مرادِ باری تعالیٰ کو قبول کرنا شروع کردیا اور جس طرح اگلی آیات میں ذکر ہے، آپ اس شوق میں بے چینی کے ساتھ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا کرتے تھے حتی کہ یہ حکم نازل ہوا۔

اِن ہی آیات میں یہ ذکر بھی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خیال ہوا کہ ہماری اُن نمازوں کا کیا ہوگا جو پہلے بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ بقرہ رکوع ۱۷)

''اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع ہوجانے دے تمہارے ایمان کو یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے''۔

یہاں نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے کیونکہ نماز ایمان کے اہم ترین ارکان میں سے ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان میں روایات سے یہی تفسیر نقل فرمائی ہے۔

حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ :

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۷)

''آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی مِلک ہیں''۔

قبلہ کی حقیقت بھی بتلادی کہ ہمارا حکم مانتے ہوئے کسی طرف رُخ کرلینا، یہ ہی قبلہ ہے، ہم چاہے جس طرف بھی رُخ کرنے کا حکم دیدیں۔ کیونکہ کعبۃ اللہ کی عمارت کی طرف رخ کرنا مقصود نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ تجدید تعمیر کے لئے کسی وقت کعبۃ اللہ کو منہدم کردیا جائے اور زمین ہموار کردی جائے تب بھی اسی طرف رُخ کیا جائے گا۔ اگرچہ عمارت کی بنیادیں بھی برآمد کرلی گئی ہوں اور وہاں سامنے کعبہ شریف کا ایک پتھر بھی نہ ہو، کیونکہ دراصل رُخ کرنا تو اُس تجلی باری تعالیٰ کی طرف ہے جو اُس نے اس مقام پر رہتی دُنیا تک کے لئے دائم فرمادی ہے، نہ کہ عمارت یا عمارت کے پتھروں کی طرف۔

اسی طرح اگر کسی کو غیر آباد جگہ اور اندھیرے میں رُخ نہ معلوم ہو تو جس طرف اُس کا دل گواہی دے نماز پڑھ لینے سے ادا ہو جاتی ہے۔

اِن آیات سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ حقیقتِ ایمان یہ ہے کہ احکام خداوندی کی دل و جان سے اطاعت کی جائے اور اپنی عقل و علم و دانش کو اُن احکام کی تائید میں صرف کیا جائے اور انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر بخشے۔ آمین۔

حامد میاں غفرلہ

۱۵ر ستمبر ۱۹۷۳ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے کچھ روشن نقوش

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری ﴾

شیخ الاسلام قطب عالم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کی وفات کو چالیس سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن آج بھی آپ کی یاد کے تابندہ نقوش عوام وخواص کے دلوں پر ثبت ہیں۔ جب آپ کا اسم گرامی کسی مجلس میں لیا جاتا ہے تو نگاہیں عقیدت واحترام سے جھک جاتی ہیں اور دل عظمت واجلال سے معمور ہو جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ؒ کا لقب ایک ایسی بلند پایہ شخصیت کا عنوان بن گیا ہے جو اپنے دور میں ان علمی، عملی اور رُوحانی کمالات کا مجموعہ تھی جن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ علمی گیرائی، زہد وتقویٰ، اخلاقِ فاضلہ، رشد وہدایت اور معرفتِ الٰہیہ اور محبتِ ایزدی کا وہ پیکر محسوس جس نے پون صدی سے زیادہ خلق خدا کے درمیان رہ کر نبوی سیرت وکردار کا شاندار عملی نمونہ دُنیا والوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ عرفان ومحبت سے سرشار لوگ جب دُنیا میں نورِ ہدایت کی کرنیں پھیلانے پر آتے ہیں اور مخلوق کی نفع رسانی کا جب بیڑہ اُٹھاتے ہیں تو دُنیا کی کوئی رُکاوٹ اُن کے لیے رُکاوٹ نہیں رہتی اور زمانہ کے ہزار نشیب وفراز اُن کے پائے استقلال میں کوئی ادنیٰ سی جنبش پیدا کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔

شیخ الاسلام ؒ کا جب نام آتا ہے تو تصور میں ایک روشن تصویر اُبھرتی ہے جو اخلاص وانابت کا پیکر تھی، جہد مسلسل کی عملی تعبیر تھی اور عزم وہمت کا کوہِ استقلال تھی۔ میدان جہاد میں دیکھئے تو قیادت وسیادت اس پر ناز کرتی نظر آتی تھی، رُوحانیت کے منبر پر دیکھئے تو اُس کی حیثیت ایسے آفتاب وماہتاب کی تھی جس کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے، تعلیم وتدریس کے میدان پر نظر ڈالئے تو یوں سمجھئے کہ وہ ایک بحر بیکراں تھے جس کی وسیع الظرفی نے چاردانگ عالم کے ہزارہا ہزار تشنگانِ علوم نبوت کو اپنے دامنِ پُرفیض سے سیرابی بلکہ بھرپور سیرابی کا موقع فراہم کیا اور یہ سلسلہ اُن کے تلامذہ کے ذریعہ اب بھی جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام ؒ کا جب ذکر چھڑتا ہے تو بے اختیار نظریں گنبد خضراء (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے پُرنور سایہ کی طرف اُٹھ جاتی ہیں جہاں اِس محبوب ومقبول اور چہیتے نواسۂ رسول نے سالوں تک اپنے نانا جان

(حضور مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے علوم کی اشاعت اس شان سے کی کہ چار دانگ عالم میں اس ''شیخ ہندی'' کے نام کا غلغلہ بلند ہوا اور خلق خدا کے نقارہ سے ''شیخ العرب والعجم'' کا لقب عطا ہوا۔

شیخ الاسلام ؒ ایک معمولی غیر معروف طالب عالم ''حسین احمد'' سے بڑھ کر ''شیخ الاسلام'' اور ''شیخ العرب والعجم'' کیسے بنے؟ آپ کی شخصیت سازی کے بنیادی عوامل کیا تھے؟ جب اِس موضوع پر غور کیا جاتا ہے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ آپ کی حیات مقدسہ اُن اسباب وعوامل سے پوری طرح آراستہ تھی جو کسی بھی شخصیت کو بفضلِ خداوندی عزت ومرتبہ اور مقام ومنصب عطا کرنے میں سب سے زیادہ دخیل ہوتے ہیں۔

آپ کی شخصیت کو نکھارنے میں بتدریج درج ذیل عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا :

(۱) تعلیم (۲) تزکیہ (۳) علمی انہماک

(۴) اُستاذ کی خدمت (۵) ملّت کی فکر (۶) جذبۂ خدمت

(۷) اخلاقِ فاضلہ

(۱) تعلیم :

آپ ۱۳۰۹ھ میں نوعمری کے زمانہ میں دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اور درسِ نظامی کی مکمل تعلیم یہیں حاصل کی۔ یہاں ساڑھے سات سال آپ کا قیام رہا جس کے دوران ۱۷فنون کی ۷۰ کتابیں گیارہ اساتذہ سے پڑھیں اور اکثر امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ یہ پورا عرصہ تعلیمی محنت میں صرف ہوا، سوائے تعلیم ومطالعہ کے آپ کی اور کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ امتحانات کے زمانہ میں پوری پوری رات جاگ کر کتابیں یاد کرنا آپ کا معمول تھا۔ الغرض طالب علمی کے زمانہ میں آپ نے وہ شاندار نمونہ پیش کیا کہ تمام اساتذہ کرام کے منظورِ نظر بن گئے، بالخصوص اُستاذ الاساتذہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی شفقتیں آپ سے وابستہ ہوگئیں، اِس بناء پر فراغت کے بعد جب آپ اپنے والد محترم حضرت سیّد حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کی غرض سے دیو بند سے روانہ ہونے لگے تو ''شیخ الہند ؒ'' خود بنفس نفیس آپ کو چھوڑنے کے لیے اسٹیشن تک تشریف لائے، چلتے ہوئے فرمایا ''میاں حسین احمد جہاں بھی رہو پڑھانا مت چھوڑنا، خواہ ایک دو ہی طالب علم ہوں''۔ آپ نے اپنے مشفق اُستاد کی اس نصیحت کا پاس ولحاظ رکھا اور آخری لمحات تک تدریسی مشغلہ جاری رہا۔

(۲) تزکیہ :

علم عمل کے بغیر کار آمد نہیں، اسی لیے تعلیم کے بعد تزکیہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ معلومات معمولات میں تبدیل ہو جائیں اور معرفتِ حق اور قربِ خداوندی کا راستہ آسان ہو جائے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے فوراً بعد تزکیہ نفس کے لیے امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت ہی کی اجازت سے مکہ معظّمہ پہنچ کر سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض کیا اور اشغالِ باطنی کی تعلیم لی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر سلسلۂ سلوک اور اذکار و اشغال معمولات پر بھر پور توجہ دی، ذکر کے دوران ایسی کیفیات پیدا ہونے لگیں جو نا قابلِ بیان تھیں، اسی لیے سودائے عشق و محبت نے مدینہ کی دُور افتادہ جھاڑیوں میں پہنچا دیا جہاں جی بھر کر ذکر کی لذتوں سے آشنائی ہونے لگی، ساتھ میں رُویائے صالحہ کے ذریعہ مبشرات کا سلسلہ بھی جاری رہا اور اِن ساری کیفیات سے اپنے شیخ امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کو بھی مطلع کیا جاتا رہا۔ ابھی مدینہ منورہ کے قیام کو دو ہی سال کا عرصہ گزرا تھا کہ حضرت امام ربانیؒ کا والا نامہ پہنچا کہ فوراً گنگوہ پہنچیں اور وہاں کچھ دن قیام کر کے تزکیہ کی تکمیل کریں۔ چنانچہ حضرت مدنیؒ ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں گنگوہ حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا .**

(۳) علمی انہماک :

تعلیم و تزکیہ سے آراستہ ہونے کے بعد آپ مکمل یکسوئی کیساتھ مدینہ منورہ (علی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام) میں تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے اور معاشی تنگیوں کے باوجود انتہائی ذوق و شوق اور محنت کے ساتھ محض لوجہ اللہ اپنے آپ کو علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ ایک ایک دن میں چودہ پندرہ اسباق مختلف علوم وفنون کے اِس شان سے ہوتے کہ آپ کے سامنے درسی کتاب بھی نہ ہوتی بس طالب علم عبارت پڑھتا اور آپ اپنی یادداشت سے مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ جلد ہی آپ کے درس کا شہرہ دُور دُور تک پہنچ گیا اور طلبہ کا وہ رُجوع ہوا جس کی نظیر قریبی زمانہ میں نہیں ملتی۔ مدینہ منورہ میں آپ کے تدریسی سلسلہ کا زمانہ کم وبیش ۱۴ سال پر محیط ہے۔ اس دور میں آپ مکمل یکسو رہے اور سوائے تعلیم کے اور کوئی مشغلہ آپ نے اختیار نہیں فرمایا جس کی بناء پر استعداد انتہائی پختہ ہو گئی اور علوم میں وہ رُسوخ حاصل ہو گیا جو خال خال افراد ہی کو نصیب ہوتا ہے۔

(۴) اُستاذ کی خدمت :

۱۳۳۴ھ حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں انقلابی موڑ بن کر آیا۔ اب تقدیر خداوندی آپ کو کندن بنا کر پورے عالم میں چمکانا چاہتی تھی۔ اس سال آپ کے اُستاد گرامی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق تحریک آزادی ''ریشمی رُومال تحریک'' کا منصوبہ لے کر حجاز مقدس میں تشریف لائے اور حکومت ترکیہ کے اعلیٰ افسران سے ملاقاتیں فرمائیں۔ لیکن ابھی کوئی حتمی صورت سامنے نہ آسکی تھی کہ شریف مکہ نے بغاوت کردی اور اُس نے انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کو گرفتار کروادیا۔ اِس نازک موڑ پر اس عظیم اُستاذ کے عظیم شاگرد نے جس بے مثال سعادت مندی کا مظاہرہ کیا وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ اپنے رفقاء (مولانا عزیر گل صاحبؒ، حکیم نصرت حسین صاحبؒ، مولانا وحید احمد صاحبؒ) کے ساتھ گرفتار کیے گئے تھے۔ ان میں حضرت مدنیؒ کا نا شامل نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر کہ ایام اسارت میں استاذ معظم کی خدمت کون کرے گا؟ آپ نے مسجد نبوی کے اپنے حلقۂ درس کو چھوڑا، پورے خاندان کو خیر باد کہا اور اپنے بے شمار متعلقین کو چھوڑ کر خود کوشش کر کے اپنے کو بھی اُستاذ معظم کے ساتھ گرفتار کروادیا۔

یہ واقعہ دیکھنے میں تو بہت معمولی ہے لیکن غور کیا جائے تو یہی وہ عظیم جذبۂ ایثار و خدمت ہے جس نے شیخ الاسلامؒ کو واقعی اوجِ ثریا جیسا کمال عطا کیا ہے۔ ایسے نازک امتحان میں پورا اُترنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ نے مالٹا کے قید خانہ میں اپنے استاذ کی خدمت کر کے اپنے لیے وہ ازلی سعادتیں سمیٹی ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جیل کی تنہائی میں آپ نے اُستاذ معظم کے ترجمۂ قرآن پاک کی تکمیل میں حصہ لینے کا شرف حاصل کیا اور خود بھی قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل فرمائی۔ اور پھر یکسوئی میں اُستاذ کی معیت آپ کو اتنی اچھی لگنے لگی کہ باوجودیکہ دورِ اسارت میں آپ کے خاندان کے چھ قریبی افراد بشمول والدین محترمین ایڈریا نوپل میں وفات پا گئے تھے مگر آپ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ جیل کی یکسوئی دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ یہاں سے نکلنے کی دُعا ہی نہ کی جائے۔

الغرض مالٹا کی اسارت شیخ الاسلامؒ کی حیات طیبہ میں ایک عظیم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ کامل اور استاذ کامل کی اس تین سالہ معیت سے آپ نے رُوحانیت کے وہ جواہر آب دار سمیٹے ہیں جن کی قیمت لگانے سے دُنیا قاصر ہے۔

(۵) مِلّت کی فکر :

مالٹا سے رہائی کے بعد آپ مدینہ منورہ لوٹنا چاہتے تھے مگر اُستاذِ محترم کے حکم کی تعمیل میں آپ نے ملت اسلامیہ ہند کی قیادت وسیادت کی وادیٔ خاردار میں قدم رکھا اور قوم وملت کی خیر خواہی اور خدمتِ خلق کو اپنی زندگی کا مقصود بنالیا، پھر تو آپ ایسے مشغول ہوئے کہ دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، بارشیں ہوں یا لُو کے تھپیڑے، موافقت کے نعرے ہوں یا مخالفت کے طعنے، اِن میں سے کوئی بھی چیز آپ کے عزم واستقلال میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ مالٹا سے رہائی کے بعد کم وبیش ۴۰ سال تک ملّی قیادت کے اُفق پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکتے رہے۔ اس دور میں بار بار ظالم انگریز کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں قید زنداں کو برداشت کرنا پڑا۔ ۱۳۶۰ھ میں آپ مسلمانانِ ہند کی سب سے مؤقّر جماعت ''جمعیۃ علماء ہند'' کے صدر نشین منتخب ہوئے جبکہ ۱۳۴۶ھ سے وفات تک آپ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کی مسند صدارت پر فائز ہو کر علوم نبوت کی اشاعت وترویج میں مشغول رہے اور ہزاروں شاگردوں کی جماعت تیار کی جنہوں نے ملک وبیرون ملک جا کر دین کی نشرواشاعت کا فریضہ انجام دیا اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس دورِ قیادت میں ایسے پُر خطر موڑ بھی آئے جب لوگ جذبات کے جنون میں اتنے آگے بڑھے کہ اپنے اس مخلص ومسیحا اور ملت کے سچے خیر خواہ کی جان کے درپے ہو گئے۔

مگر ایسے ہولناک ماحول میں اس نواسۂ رسول نے گستاخوں سے عملی انتقام نہ لے کر طائف کی سنت کا زندہ نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس مردِ مجاہد کے ساتھ سید پور، بھاگلپور، جالندھر وغیرہ میں وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا کہ دنیائے انسانیت شرمسار ہو کر رہ گئی مگر یہ صبر واستقامت کا پیکر گستاخیوں کا جواب مسکراہٹوں سے دیتا رہا اور جس بات کو وہ حق سمجھتا تھا اُس پر پوری مضبوطی سے قائم رہا۔ تقسیم ہند کی تحریک میں شیخ الاسلامؒ اور ان کے رفقاء نے جس عاقبت اندیشی، بے جگری اور خیر خواہی کا ثبوت دیا ہے اُس کے بیان کرنے کے لیے الفاظ عنقا ہیں۔ آج انہی کے خلوص اور اصابت رائے کا ثمرہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمان آباد ہیں اور انہیں دستوری حقوق حاصل ہیں اور ان کے شعائر قانونی اعتبار سے محفوظ ہیں۔

(۶) جذبۂ خدمت :

آپ نے اپنے آپ کو انسانیت کی خدمت اور راحت رسانی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کی تمام تر جدوجہد اور کاوشیں اِسی خدمت کے جذبہ سے انجام پاتی تھیں۔ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی صورتیں ہر جگہ

آپ کا یہ خادمانہ پہلو نمایاں نظر آتا تھا۔ اس زمانہ میں جبکہ سفر کے اسباب و وسائل آج کے دور کی طرح آسانی سے فراہم نہیں تھے حضرت شیخ الاسلامؒ نے انتہائی پُر مشقت، متواتر، طویل و عریض اسفار فرما کر اللہ کے بندوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ اِن اسفار میں اگر کوئی خادم آپ کے ساتھ ہوتا تو آپ اُس کے ساتھ بھی ایسا معاملہ فرماتے کہ وہ خود شرمسار ہو کر رہ جاتا۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ جو نیازمند بن کر آپ کی بارگاہ میں پہنچے تھے اُنھوں نے کیا منظر دیکھا، اُنہیں کی دلکش زبان میں ملاحظہ کیجئے !

''دوسروں کو شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو جو اِن مولانا کو دوسروں کا کام کر دینے میں آتا ہے، گھر پر آ کر ملئے تو آپ کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے جا کر لائیں، آپ کے لیے بستر بچھا دیں، سفر میں ساتھ ہو جایئے تو دوڑ کر آپ کے لیے ٹکٹ لے آئیں قبل اِس کے کہ آپ ٹکٹ گھر کے قریب بھی پہنچ سکیں، تانگہ کا کرایہ آپ کی طرف سے ادا کر دیں اور آپ کا ہاتھ اپنی جیب میں پیسہ ٹٹولتا ہی رہ جائے۔ ریل پر آپ کا بستر کھول کر بچھائیں، آپ ہی لوٹے میں پانی لے آئیں، آپ کا سامان اپنے ہاتھ میں اُٹھانے لگیں۔ تین دن کے قیام دیوبند میں روایتیں مشاہدہ بن کر رہیں اور شنیدہ دیدہ میں تبدیل ہو کر، الخ''۔ (حکیم الامت ۱۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

''دیوبند جایئے تو مولانا اسٹیشن پر پیشوائی کے لیے موجود۔ چلنے لگئے تو اسٹیشن تک مشایعت پر آمادہ، کھانا کھانے بیٹھئے تو وہ لوٹا لیے ہاتھ دُھلانے کو کھڑے ہوئے، پانی مانگئے تو گلاس لیے خود حاضر، تانگہ کا کرایہ وہ اپنے پاس سے دے دیں، ریل کا ٹکٹ وہ دوڑ کر لے آئیں۔ ہوٹل میں کھانا کھایئے تو بل وہ خود ادا کر دیں، سفر میں ساتھ ہو تو بستر وہ کھول کر بچھا دیں، غرض مالی اور بدنی خدمت کی جتنی صورتیں ہو سکتی تھیں سب میں مرید تو مراد کے درجہ پر پہنچ گیا اور جو صاحب مراد و اِرشاد تھا وہ حکم برداری اور چاکری میں لگا ہوا۔ (حکیم الامت ۱۶)

دینی خدمت آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔ مکتوبات میں جگہ جگہ اِس بات کا ذکر ہے کہ اصلاح خلق اور تبلیغ اسلام کی انجام دہی سب سے بڑی سعادت ہے۔ آپ نے سلہٹ کے دورِ قیام میں یہ دینی خدمت جن ناموافق حالات میں انجام دی ہے اُس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے لیکن جس شخص نے سلہٹ اور اس کے اطراف

اسی طرح ہندوستان کے صوبۂ آسام کا دورہ کیا ہوگا وہ اِس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر نہ رہے گا کہ ان علاقوں میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی دینی اور اصلاحی خدمات ہی کا اثر ہے کہ آج وہاں مسلمان اسلام پر قائم ہیں، ذرا غور فرمائیں! وہاں کی زبان، ماحول، معاشرہ، رہن سہن، عادتیں سب الگ ہیں۔ مغربی ہندوستان کے کسی باشندے کے لیے وہاں کام کرنا کتنا دشوار گزار ہوگا لیکن اللہ کے اِس مخلص بندے نے وہاں اپنی خدمات کے ایسے اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں جو مٹائے نہیں مٹ سکتے۔

مالٹا سے واپسی اور حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد سلہٹ کے خلافت ہاؤس میں آپ نے چھ سال تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، اس چھ سالہ قیام کے دوران آپ نے علاقہ کے چپہ چپہ اور گاؤں گاؤں کے اصلاحی دورے فرمائے۔ اس وقت نہ راستوں کی سہولت تھی نہ سواریوں کا انتظام تھا، بسا اوقات گہری ندی کو پیدل یا کھجور کے تنے کے ذریعہ بنی ہوئی گزرگاہ (جو ایک غیر علاقہ والے کے لیے پل صراط کا نمونہ ہوتی) کو عبور کرکے آپ دیہاتوں میں پہنچتے اور اللہ کے بندوں کو دین سکھاتے اور آخرت کا خوف دلاتے۔ آپ کی اس جدوجہد سے ان جہالت زدہ اور پسماندہ علاقوں سے تعلیم وتعلم اور رُشد وہدایت کے چشمے اُبل پڑے، جگہ جگہ مکاتب ومدارس کا قیام ہوا، لوگوں میں دینی شعور بیدار ہوا، اور آپ کی ذات کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ یہاں چھ سالہ قیام کے بعد جب دارالعلوم دیوبند میں صدارت تدریس کے لیے آپ کو یاد کیا گیا تو سلہٹ والے کسی صورت اس نعمت عظمٰی کو اپنے علاقہ سے منتقل کرنے پر تیار نہ تھے، بالآخر اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ حضرت والا رمضان المبارک مستقل سلہٹ ہی میں گزارا کریں، چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے متواتر ۲۲ سال سلہٹ میں اپنے اہلِ خانہ سمیت رمضان المبارک میں قیام فرمایا اور نئی سڑک کی مسجد میں تراویح اور وعظ وارشاد کا پُرفیض سلسلہ قائم رکھا، جو بجائے خود آپ کے ایفائے وعدہ اور استقلال کی بین دلیل ہے۔ آپ کے قیام سلہٹ سے صوبہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش)، مغربی بنگال آسام اور دیگر مشرقی علاقوں میں آپ کا زبردست فیض پہنچا جس کے اثرات آج بھی وہاں کے چپہ چپہ پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ آج بھی ان علاقوں میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے لیے جو عشق ومحبت اور وارفتگی کے جذبات نظر آتے ہیں وہ خود آپ کی مقبولیت اور مخلصانہ خدمات کی روشن دلیل ہیں۔ الحمدللہ آج وہاں بڑے بڑے مدارس قائم ہیں اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء کی خانقاہیں آباد ہیں جن سے لاکھوں لاکھ افراد فیض اُٹھا رہے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ .

(۷) اخلاقِ فاضلہ :

حضرت شیخ الاسلامؒ کے اخلاق فاضلہ زبان زد خواص وعام ہیں، ان اخلاق کی شہادت آپ کے بڑے سے بڑے مخالف نے بھی دی ہے۔ یہاں لوگ حیران ہیں کہ آخر حضرتؒ کی کس کس خلق کو خاص اور امتیازی خلق کہا جائے؟ کسی کی نظر تواضع پر جاتی ہے تو کوئی استقامت کو امتیاز کا درجہ دیتا ہے، کوئی صلہ رحمی پر نظر ڈالتا ہے تو دوسرا صفت زہد واستغناء کو امتیازی بتاتا ہے۔ لیکن حقیقت کی نگاہ بتاتی ہے کہ آپ نے اپنے مکمل وجود کو اخلاق نبوی کے سانچہ میں ڈھال لیا تھا، آپ کی ہر صفت امتیازی تھی اور آپ کا سب سے بڑا امتیاز آپ کا جامع الاخلاق ہونا تھا، آپ کی تحریر وتقریر، گفتگو اور چال ڈھال الغرض ہر عمل سے آپ کے حسنِ اخلاق کا اظہار ہوتا تھا، انسانیت کی اعلیٰ صفات آپ کی فطرتِ ثانیہ بن گئی تھیں۔ آپ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی ایک اور شہادت سنیں! مولانا فرماتے ہیں :

> ''شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فضل وکمال مرتبہ ومقام پر گفتگو تو وہ کرے جو خود بھی کچھ ہو، مجھے ذاتی تجربہ اور عینی مشاہدہ تو مولانا کے ایک ہی کمال اور ایک ہی کرامت کا ہے اور وہ آپ کی بے نفسی، سادگی، تواضع، انکساری اور خدمت خلق کا عشق ہے۔ کہتا ہوں اور گویا خانہ شہادت میں کھڑا ہوا بیان دے رہا ہوں کہ وہ بہترین دوست ہیں، بہترین رفیق سفر ہیں، مہمان ہو تو آپ کی میزبانی میں اپنے معمولات کو ترک کر دیں گے، روپیہ پیسہ کی ضرورت پیش آئے تو خود قرض دار ہو جائیں گے لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے پوری کردیں گے، خدانخواستہ بیمار پڑ جایئے تو تیمارداری میں دن رات ایک کر دیں گے، نوکری کی ضرورت پیش آئے، کوئی مقدمہ کھڑا ہو، کسی امتحان میں بیٹھ جایئے تو سفارش ناموں میں اور عملی دوڑ دھوپ میں نہ اپنے مرتبہ کا لحاظ کریں گے نہ اپنی صحت کا اور نہ خرچ کا، جس طرح بھی ہوگا آپ کا کام نکالنے پر تُل جائیں گے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ جو معاملہ بھی رکھتے ہوں، اپنے خوردوں، شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ یہ روش رکھتے ہیں کہ خادم کو مخدوم بنا کر ہی چھوڑتے ہیں، حالیؔ کے شعر کے معنی اب جا کر روشن ہوئے ہیں۔
>
> خاکساری اپنی کام آئی بہت ☆ ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا

بہت سنا ہے کہ یہ شان محمود حسن شیخ الہندؒ دیوبندی کی تھی اگر یہ صحیح ہے تو جانشینی کا حق ان سے زیادہ کسی کو نہیں پہنچتا۔(بیس بڑے مسلمان ص ۴۸۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جیسے مجدد اور مردم شناس شخصیت نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا :

(۱) ہمارے اکابر دیوبند کی بفضلہٖ تعالیٰ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، چنانچہ شیخ مدنیؒ کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں جو اُن میں بدرجہ اتم موجود ہیں، ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے، دوسرے تواضع چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔

(۲) مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دُنیا کی خدمت کرنے والا کون ہوگا، مگر مولانا حسین احمد مدنی کو دیکھ کر تسلی ہوئی کہ یہ دُنیا اُن سے زندہ رہے گی۔

(۳) حضرت مولانا حسین احمد مدنی بہت شریف طبیعت کے ہیں، باوجود سیاسی اختلاف رکھنے کے بھی کوئی کلمہ خلافِ حدود اُن سے نہیں سنا گیا۔(بیس بڑے مسلمان ص ۵۱۰)

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اِن الفاظ میں آپ کے کمالات کا اعتراف فرمایا :

''بھائی! حضرت شیخ مدنیؒ کا ذکر کیا پوچھتے ہو پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے۔ مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اِس مردِ مجاہد کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو جہاں شیخ مدنیؒ کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا دیکھا''۔(بیس بڑے مسلمان ص ۵۱۲)

اِن جیسے اساطین اُمت کی گواہی آپ کے کمالات واخلاق پر بین دلیل ہے اگر کوئی تفصیل کا طالب ہو تو اُسے الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر اور آپ کی سوانح پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ثمرات ونتائج :

مذکورہ بالا صفات اور کردار سے آراستہ ہونے پر اللہ رب العزت کی سنت جاریہ کے مطابق آپ کو اِن نعمتوں سے سرفراز کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو عطا کی جاتی ہیں۔ ان نعمتوں کا خلاصہ تین جملوں میں کیا جاسکتا ہے :

(۱) بے مثال محبوبیت :

آپ کی زندگی میں دُنیا نے جس مقبولیت و محبوبیت کا مشاہدہ کیا وہ تو ناقابل بیان ہے ہی، لیکن آپ کے بعد بھی یہ محبوبیت مستقل برقرار ہے۔ آپ کے جن شاگردوں اور متوسلین نے آپ سے اکتسابِ فیض کسی بھی درجہ میں کیا ہے، اُن کی نگاہوں میں پھر اور کوئی سمایا ہی نہیں۔ آج بھی جب اُن کے سامنے آپ کا تذکرہ چھیڑا جاتا ہے تو عشق و محبت کا پیمانہ لبریز ہو کر آنسوؤں کی لڑیوں کی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔

(۲) فیضِ عام :

آپ کا علمی اور رُوحانی فیض جس قدر عام اور تام ہوا وہ بھی اظہر من الشّمس ہے۔ ہزاروں شاگردوں اور لاکھوں مریدوں کے ذریعہ چار دانگ عالم میں آپ کا فیض پھیلا، تشنگانِ علوم کو سیرابی ملی اور گم گشتہ راہوں کو معرفتِ خداوندی نصیب ہوئی۔ اور آپ اپنے دور میں مرجع خاص و عام بن گئے، اسی وجہ سے جب آپ کا ۱۳۷۷ھ میں وصال ہوا تو اُمت نے ایسا غم منایا جس کی مثال تاریخ میں خال خال ہی ملتی ہے۔ آپ کی وفات پر جتنے مضامین لکھے گئے اور جذبات میں ڈوبی ہوئی جتنی نظمیں لکھی گئیں اور ملک و بیرون ملک جتنی تعزیتی مجالس منعقد کی گئیں اُن کی نظیر قریبی زمانہ میں نہیں ملتی۔

(۳) اَبدی زندگی :

اور سب سے بڑی نعمت آپ کو یہ نصیب ہوئی کہ آپ اپنے کارناموں اور شاندار تجدیدی اعمال صالحہ کی بدولت زندۂ جاوید بن گئے۔ آج آپ اِس دُنیا میں نہیں ہیں لیکن شاگردوں، خلفاء، دینی اداروں، علمی حلقوں اور ملی تنظیموں کی شکل میں آپ کے لیے بے حد و حساب صدقۂ جاریہ کا انتظام موجود ہے، انشاء اللہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی کسر نفسی کی بناء پر تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالقصد اختیار نہیں فرمایا۔ لیکن بایں ہمہ آپ نے اپنے متعلقین و متوسلین کو خطوط کے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں، وہ بجائے خود تصنیف کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کے یہ مکتوبات اپنے دور کے سب سے مقبول مکاتیب میں شمار ہوئے جس میں تصوف و سلوک کے باریک حقائق بھی ہیں، فقہ کے اہم مسائل سے بھی بحث کی گئی ہے، علمی تحقیقات کا قیمتی ذخیرہ بھی موجود ہے، پھر

سیاست، تاریخ اور دیگر مفید موضوعات پر بھی عطر بیزیاں پائی جاتی ہیں جو ضخیم چار جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اِن ''معارف وحقائق'' کو عام فہم بنانے اور اِن کا فیض عوام تک پہنچانے کی غرض سے مخدوم محترم حضرت مولانا سیّد رشید الدین حمیدیؒ (سابق مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد) نے الگ الگ عنوانات لگا کر مکتوبات شیخ الاسلامؒ سے حسن انتخاب کا سلسلہ ''ندائے شاہی'' میں شروع فرمایا تھا جو قسط وار کئی سال تک شائع ہو کر مکمل ہوا، اس سلسلۂ انتخاب میں مکتوبات کے چھپے ہوئے لعل وجواہر خوبصورت انداز میں اُبھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ اب اِن ''معارف وحقائق'' کی کتابی شکل میں اشاعت انشاء اللہ مزید افادہ کا ذریعہ ہوگی، اور عوام وخواص بآسانی اِس سے استفادہ کر سکیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کی یہ کاوش واقعی لائق تحسین اور باعث شکر یہ ہے اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے، اور اس کا فیض عام فرمائے۔ آمین۔

حج کی عظمت وفضیلت

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حج للّٰہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ اُمہ متفق علیہ . (مشکوۃ)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اِس طرح کہ اُس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اُس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ معصوم ہوتا ہے کہ اُس پر کوئی گناہ، کوئی لغزش، کسی قسم کی داروگیر کچھ نہیں ہوتی، یہی اثر ہے اُس حج کا جو اللہ کے واسطے کیا جائے۔ علماء کے نزدیک اس قسم کی احادیث سے صغیرہ گناہ مراد ہوا کرتے ہیں، اگرچہ حج کے بارے میں جو روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں اُن کی وجہ سے بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ حج سے صغائر، کبائر سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں تین مضمون ذکر فرمائے ہیں :

(۱) اول یہ کہ اللہ کے واسطے حج کیا جائے، یعنی اس میں کوئی دُنیوی غرض، شہرت، ریا وغیرہ شامل نہ ہو، بہت سے لوگ شہرت اور عزت کی وجہ سے حج کرتے ہیں، وہ اتنا حرج اور خرچ ثواب کے اعتبار سے بیکار ضائع کرتے ہیں، اگرچہ حج فرض اِس طرح بھی ادا ہو جائے گا لیکن محض اللہ کی رضا کی نیت ہو تو فرض ادا ہونے کے ساتھ کس قدر ثواب ملے، اتنی بڑی دولت کو محض چند لوگوں میں عزت کی نیت سے ضائع کر دینا کس قدر نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری اُمت کے امیر لوگ تو حج محض سیر وتفریح کے ارادہ سے کریں گے (گویا لندن وپیرس کی تفریح نہ کی، حجاز کی تفریح کر لی) اور میری اُمت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ اِدھر سے لے گئے کچھ اُدھر سے لے آئے، اور علماء ریاء وشہرت کی وجہ سے حج

کریں گے (کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کیے، دس حج کیے) اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے۔(کنزالعمال)

علماء نے لکھا ہے کہ جو لوگ اُجرت کے ساتھ حج بدل کرتے ہیں کہ اُس حج سے کچھ دُینوی نفع حاصل ہو جائے، وہ بھی اِس میں داخل ہے کہ گویا حج کے ساتھ تجارت کر رہا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سلاطین اور بادشاہ تفریح کی نیت سے حج کریں گے، اور غنی لوگ تجارت کی غرض سے، اور فقراء سوال کی غرض سے، اور علماء شہرت کی وجہ سے (اتحاف)۔

ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں، پہلی حدیث میں جو غنی بتائے گئے اُن سے اعلیٰ درجہ کے غنی مراد ہیں، جن کو دوسری حدیث میں سلاطین سے تعبیر کیا ہے، تو سلاطین سے کم درجہ کے امیر لوگ مراد ہیں جس کو پہلی حدیث میں متوسط طبقہ سے تعبیر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ صفا و مروہ کے درمیان ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، ایک جماعت آئی جو اپنے اُونٹوں سے اُتری اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا، تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عراق کے لوگ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا حج کے لیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی اور غرض تو نہ تھی، مثلاً اپنی میراث کا کسی سے مطالبہ ہو یا کسی قرضدار سے روپیہ وصول کرنا ہو یا کوئی اور تجارتی غرض ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ازسرِ نو اعمال کرو، یعنی پہلے سارے گناہ تمہارے معاف ہو چکے۔

(۲) دُوسری چیز حدیث بالا میں یہ ہے کہ اِس میں رفث فحش بات نہ ہو، اس سے قبل قرآن پاک کی آیت شریفہ میں بھی یہ لفظ " فلا رفث " گزر چکا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس میں ہر قسم کی لغو اور بیہودہ بات داخل ہے حتی کہ بیوی کے سامنے صحبت کا ذکر بھی داخل ہے، حتی کہ اِس قسم کی بات کا آنکھ سے یا ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی داخل ہے کہ اس قسم کا ذکر شہوت کو اُبھارتا ہے۔

(۳) تیسری چیز جو اِس حدیث پاک میں ذکر کی گئی وہ فسوق یعنی حکم عدولی نہ ہونا ہے، یہ بھی قرآن پاک کی آیت مذکورہ میں گزر چکا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ بھی جامع کلمہ ہے جو اللہ جل شانہ کی ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے، اس میں جھگڑا کرنا بھی داخل ہے کہ یہ بھی حکم عدولی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ حج کی خوبی نرم کلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا ہے، لہٰذا کسی سے سختی سے گفتگو کرنا، نرم کلام کے منافی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں پر بار بار اعتراض نہ کیا کرے، بدوؤں سے سختی سے پیش نہ آئے، ہر شخص کے ساتھ تواضع سے اور خوش خلقی سے پیش آئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خوش خلقی یہ نہیں ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائے، بلکہ خوش خلقی یہ ہے کہ دوسرے کی اذیت کو برداشت کرے، سفر کے معنی لغت میں ظاہر کرنے کے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ سفر کو سفر اِسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم فلاں کو جانتے ہو کہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی جانتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم نے کبھی کوئی سفر اُس کے ساتھ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تم اُس کو نہیں جانتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک صاحب نے کسی کی تعریف کی کہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اُن کے ساتھ کوئی سفر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تمہارا اُن کے ساتھ کوئی معاملہ پڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ معاملہ بھی نہیں پڑا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں اُن کے حال کی کیا خبر؟ (اتحاف) حق یہ ہے کہ آدمی کا حال ایسی ہی چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے، ویسے دیکھنے میں تو سب ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں، مگر سفر میں اکثر کشیدگی ہو ہی جاتی ہے، اس لیے قرآنِ پاک میں حج کے ساتھ "ولا جدال" کو خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنة متفق علیہ (مشکوٰة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے نیکی والے حج کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو، اسی واسطے اکثر حضرات اِس کا ترجمہ حج مقبول سے کرتے ہیں کہ جب آداب و شرائط کی رعایت ہوگی، لغزش اس میں نہ ہوگی تو وہ حج انشاء اللہ مقبول ہی ہوگا۔

حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے (ترغیب) ایک حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں، تو صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضور نیکی والا حج کیا چیز ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کثرت سے کرنا۔ (کنز العمال)

عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها ان رسول اللّٰه ﷺ قال ما من یوم اکثر من ان یعتق اللّٰه فیه عبدا من النار من یوم عرفة وانه لیدنو ثم یباهی بهم الملٰئکة فیقول ما اراد هٰؤلاء . (رواه مسلم ،مشکٰوة ، بمعناه عن جابرؓ)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زائد بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، یعنی جتنی کثیر مقدار کو عرفہ کے دن خلاصی ہوتی ہے اتنی کثیر تعداد کسی اور دن کی نہیں ہوتی، حق تعالیٰ شانہ (دنیا کے) قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں، یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔

اللہ جل شانہ کا قریب ہونا یا نیچے کے آسمان پر اُترنا یا اِس قسم کے اور جو مضامین ذکر کیے گئے ہیں، ان کی اصل حقیقت تو اللہ جل شانہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ہر وقت قریب ہے، اُترنے چڑھنے کے ظاہری معنی سے بالاتر ہے۔ علماء اِس قسم کے مضامین کو رحمت خاصہ کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں، جو مضمون حدیث بالا میں مذکور ہے اس قسم کے مضامین بہت سی احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ سب سے نیچے آسمان پر اُتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن پر اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے، **لبیک اللّٰهم لبیک** کا شور ہے، دُور دُور سے چل کر آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اِن کے گناہ معاف کر دیئے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص گناہوں کی طرف منسوب ہے، اور فلاں مرد اور فلاں عورت (تو بس کیا کہا جائے) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت کر دی، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکٰوۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: یہ میرے بندے بکھرے ہوئے بالوں والے میرے پاس آئے ہیں، میری رحمت کے اُمیدوار ہیں (اس کے بعد بندوں سے خطاب فرماتے ہیں) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں، اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دُنیا کے درختوں کے برابر ہوں، تب بھی بخش دیئے جاؤ گے، اب بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ، (کنز العمال) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فخر کے طور پر فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھو میں نے ان بندوں کی طرف اپنا رسول بھیجا، یہ اُس پر ایمان لائے، میں نے اُن پر کتاب نازل کی، یہ اُس پر ایمان لائے، تم گواہ رہو کہ میں نے اِن کے سارے گناہ معاف کردیئے۔ (کنز العمال)

غرض بہت کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، ان ہی جیسی احادیث کی بناء پر بعض علماء نے کہا ہے کہ حج کی معافی صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں، کبیرہ گناہ بھی اس سے معاف ہوجاتے ہیں، وہ بااختیار بادشاہ ہے، اُس کی نافرمانیوں کا نام گناہ ہے، وہ کسی آدمی کی یا کسی جماعت کو اپنے فضل سے بالکل ہی معاف کردے تو نہ اُس کے لطف وکرم سے بعید ہے نہ کسی دوسرے کا اِس میں اجارہ ہے۔

جرمنی میں ۵۵ سالہ خاتون کے گھر تیرھویں بچے کی پیدائش

برسلز (اے پی پی) جرمنی کی ۵۵ سالہ خاتون نے تیرھویں بچے کو جنم دیا۔ پیر کو جرمنی کے اخبار کی رپورٹ کے مطابق جرمن خاتون نے خود حیرت کا اظہار کیا کہ وہ اس عمر میں کیسے تیرھویں بچے کی ماں بن گئی۔ اس کے مطابق اس کا تیرھویں بچہ پیدا کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے ہاں پہلا بچہ ۱۹ر سال کی عمر میں پیدا ہوا۔ انگلش اور رُوسی زبان کی ٹیچر ۵۵ سالہ جرمن رونیگ طلاق یافتہ ہے اور اس کے باقی بچوں کی عمریں ۱۳ سے ۳۴ سال ہیں۔ رونیگ کے پانچ نواسے بھی ہیں جن کی عمریں ۸ ماہ سے ۱۶ سال ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت، یکم نومبر ۲۰۰۵ء)

وفیات

گذشتہ ماہ جامعہ مدنیہ جدید کے بہی خواہ جناب پرویز ملک صاحب کے بڑے بھائی جناب رفیق ملک طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔مرحوم اپنے خاندان کے سرپرست چھوٹوں پر مہربان اور نہایت خلیق انسان تھے، اِن کی وفات خاندان کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

گذشتہ ماہ جناب حاجی فرمان صاحب کی اہلیہ اور محمد اسلم صاحب کی والدہ اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے وفات پا گئیں انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔

جناب حافظ احسان سعید صاحب کے ماموں بھی گذشتہ ماہ حرکتِ قلب بند ہوجانے کی بناء پر وفات پا گئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔

حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب کا کاخیلؒ کا نوعمر نواسہ گذشتہ ماہ چوبیس تاریخ کو یرقان کے مرض کے سبب وفات پا گیا، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ اُس کے والدین اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے، ادارہ تمام سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

گزشتہ تعلیمی سال کے اختتام پر جامعہ مدنیہ جدید کے ۱۸۷ طلباء نے وفاق المدارس کا امتحان دیا نتیجہ بحمداللہ توقعات سے بڑھ کر رہا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے جاری کردہ اس فیضِ علمی کو مزید ترقیات سے نواز کر ہم سب کے لیے تا قیامت صدقہ جاریہ بنادے، آمین۔ نتیجہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حج : ایک عاشقانہ فریضہ

﴿حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ﴾

حج کرنا جس شخص میں شرطیں پائی جائیں اُن پر فرض ہے اور دوسروں کے لیے نفل اور حج بھی مثل نماز، زکوۃ، روزہ کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا لازمی حکم ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان یعنی کعبہ کا حج کرنا ہے یعنی اُس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک پہنچنے کی سبیل یعنی سامان کی''۔ (سورہ آل عمران رکوع : ۱۰ آیت : ۱۹۷)

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کے علاوہ چار چیزیں اور فرض کی ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو اس کو پورا کام نہ دیں گی جب تک سب کو ادا نہ کرے یعنی نماز، زکوۃ، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد ملخصاً) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز زکوۃ و روزہ سب ادا کرتا ہو مگر فرض شدہ حج ادا نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

اور حج میں ایک خاص بات ایسی ہے جو اور عبادتوں میں نہیں، وہ یہ ہے کہ اور عبادتوں کے افعال میں کچھ عقلی مصلحتیں بھی سمجھ میں آجاتی ہیں، مگر حج کے افعال میں بالکل عاشقانہ شان ہے، تو حج وہی کرے گا جس کا عشق عقل پر غالب ہوگا اور اگر فی الحال اس میں کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ عاشقانہ کام کرنے سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اس لیے حج کرنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور خاص کر جب ان کاموں کو اسی خیال سے کرے اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''بیت اللہ کے گرد پھرنا اور صفا و مروہ کے درمیان پھیرے کرنا، اور کنکریوں کا مارنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے''۔ (ابوداؤد) یعنی گو ظاہر میں دیکھنے والوں کو تعجب ہوسکتا ہے کہ اس گھومنے، دوڑنے اور کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو، یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے، اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اور اُس سے علاقہ بڑھتا ہے، اور محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آتی، حکم سمجھ کر اُس کو بھی مان لینا پھر محبوب کے گھر کے ذرہ ذرہ پر قربان ہونا، اس کے کوچہ میں بھی دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ اب طواف میں شانے ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادر سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مکہ میں قوت دے دی اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا اور یہ فعل شروع ہوا تھا ان ہی کو اپنی قوت دکھلانے کے لیے جیسا کہ روایات میں آیا ہے، اور باوجود اس کے اب مصلحت نہیں رہی مگر ہم اس فعل کو نہ چھوڑیں گے جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے وقت میں آپ کے اتباع اور حکم سے کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اِس پر حجۃ الوداع میں عمل فرمایا جب کہ مکہ میں ایک بھی کافر نہ تھا، اگر حج میں عاشقی رنگ غالب نہ ہوتا تو جب عقلی ضرورت ختم ہوگئی تھی، تو یہ فعل بھی موقوف کر دیا جاتا۔

عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حجر اسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا ''جانتا ہوں، تو پتھر ہے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اور اگر میں رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ لیتا کہ تجھے بوسہ دیتے تھے تو میں تجھ کو کبھی بوسہ نہ دیتا''۔ (ابوداؤد شریف) محبوب کے علاقہ کی چیز کو چومنے کا سبب بجز عشق کے اور کون سی مصلحت ہوسکتی ہے؟ اور حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مسلمان حجر اسود کو معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو وہی ہوسکتا ہے جو نفع و ضرر کا مالک ہو۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کی طرف رُخ کیا، پھر اس پر اپنے دونوں لب مبارک رکھ کر اُس پر بڑی دیر تک روتے رہے، پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بھی رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔ (ترغیب)

محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا صرف عشق سے ہوسکتا ہے، خوف وغیرہ سے نہیں ہوسکتا، اور افعال عاشقانہ تو ارادہ سے بھی ہوسکتے ہیں مگر رونا بدون جوش کے نہیں ہوسکتا۔ پس حج کا تعلق عشق سے اس حدیث سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے جس میں حاجی لوگ عرفات میں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان لوگوں پر فخر کے ساتھ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس دُور دراز راستہ سے اِس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان حال ہیں اور غبار آلود بدن سے اور دھوپ میں چل رہے ہیں، میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ (ترغیب)

اس صورت حال کا عاشقانہ ہونا اور فخر کے ساتھ اس کا ذکر فرمانا اس صورت کے پیاری ہونے کو بتلا رہا ہے۔ یہ چند حدیثیں حج میں عاشقی کی شان ہونے کی تائید میں بطور نمونہ کے لکھ دی گئیں، ورنہ حج کے سارے افعال کھلم کھلا اِسی عاشقانہ رنگ کے ہیں یعنی مزدلفہ عرفات کے پہاڑوں میں پھرنا، لبیک کہنے میں چیخ و پکار کرنا، ننگے سر پھرنا، اپنی زندگی کو موت کی شکل بنالینا، یعنی مردوں کا لباس پہننا، ناخن اور بالوں تک کا بھی نہ کٹوانا، جوں تک کو نہ مارنا، جس سے دیوانوں کی سی صورت ہو جاتی ہے، سر منڈوانا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا، کسی خاص حد کے اندر درخت نہ کاٹنا، گھاس تک نہ توڑنا، جس میں کوچۂ محبوب کا ادب بھی ہے۔ یہ کام عاقلوں کے ہیں یا عاشقوں کے؟ اور ان میں بعض افعال جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں، اس میں ایک خاص وجہ ہے یعنی پردہ کی مصلحت، اور خانۂ کعبہ کے گرد گھومنا اور صفا و مروہ کے بیچ میں دوڑنا، اور خاص نشانیوں پر کنکر پتھر مارنا، اور حجرِ اسود کو بوسہ دینا، اور زار زار رونا، اور خاک آلودہ ہونا، دھوپ میں جلتے ہوئے عرفات میں حاضر ہونا، ان کے عاشقانہ ہونے کا ذکر اوپر حدیثوں میں آچکا ہے، اور جس طرح حج میں عشق و محبت کا رنگ ہے، اس کے ادا ہونے کا جس مقام سے تعلق ہے یعنی مکہ معظّمہ مع اپنے تعلقات کے اس میں بھی محبت کی شان رکھی گئی ہے جس سے حج کا وہ رنگ اور تیز ہو جائے چنانچہ سورۂ ابراہیم میں ہے :

> حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب آباد کرتا ہوں، آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو اِن کی طرف مائل کر دیجئے۔ (سورہ ابراہیم رکوع ۶ آیت :۳۷)

اِس دعا کا وہ اثر آنکھوں سے نظر آتا ہے جس کو ابن ابی حاتم نے سدیؒ سے روایت کیا ہے: کوئی مومن ایسا نہیں جس کا دل کعبہ کی محبت میں پھنسا ہوا نہ ہو، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ اگر ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ ''ہم لوگوں کے قلوب'' تو یہود و نصاریٰ کی وہاں بھیڑ ہو جاتی لیکن انہوں نے اہل ایمان کو خاص کر دیا، کچھ لوگوں کے قلوب کہہ دیا۔ (درمنثور)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ معظّمہ کو خطاب کر کے فرمایا : تو کیسا ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا محبوب ہے اور اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا''۔ (مشکوۃ شریف)

اور جب ہر مومن کو حضور اقدس ﷺ سے محبت ہے تو آپ ﷺ کے محبوب شہر یعنی مکہ معظّمہ سے بھی ضرور محبت ہوگی، تو مکہ سے محبت دو پیغمبروں کی دعا کا اثر ہوا۔ یہ تو حج کی اور مقام کی دینی فضیلت تھی جو کہ اصلی فضیلت ہے اور بعض دینوی مصلحتیں بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہیں گو حج میں ان کی نیت نہ ہونی چاہیے مگر وہ ازخود حاصل ہو جاتی ہیں چنانچہ آگے دو حدیثوں میں اس طرف اشارہ ہے :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کی مصلحت قائم رہنے کا سبب قرار دیا۔ مصلحت عام لفظ ہے، سو کعبہ کی دینی مصلحتیں تو ظاہر ہیں اور دینوی مصلحتیں بعضی یہ ہیں: اس کا جائے امن ہونا وہاں ہر سال مجمع ہونا، جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہو سکتا ہے، اور اس کے بقا تک عالم باقی رہنا، حتی کہ کفار اِس کو منہدم کر دیں گے، قریب ہی قیامت آجائے گی، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے لوگوں کے آنے کی حکمت یہ ارشاد فرمائی ہے، اپنے دینی و دنیوی فوائد کے لیے آموجود ہوں مثلاً آخرت کے منافع یہ ہیں، حج و ثواب و رضاء حق اور دُنیوی فوائد یہ ہیں قربانی کا گوشت کھانا، اور تجارت وغیرہ۔ ابن ابی حاتم نے اس کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ (کذافی الروح بیان القرآن)

اور حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو سنت موکدہ ہے جس کی حقیقت حج ہی کے بعضے عاشقانہ افعال ہیں، اس لیے اس کا لقب حج اصغر ہے۔ مگر یہ حج کے زمانے میں بھی ہوتا ہے جس سے دو عبادتیں ایک شان کی جمع ہو جاتی ہیں، اور دوسرے زمانے میں بھی ہوتا ہے، یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا، آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب کی ہو۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری یا ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والی بیماری حج سے روکنے والی نہ ہو اور وہ پھر بے حج کیے مر جائے، اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے''، فرض حج نہ کرنے میں کتنی سخت دھمکی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو

جلدی کرنا چاہیے''۔(مشکٰوۃ شریف)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ کا اتصال کرلیا کرو جب کہ زمانہ حج کا ہو، دونوں افلاس کو اور گناہوں کو دُور کرتے ہیں جیسا بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دُور کرتی ہے، بشرطیکہ کوئی دوسرا امر اس کے خلاف اثر کرنے والا نہ پایا جائے، اور جو حج احتیاط سے کیا جائے، اس کا عوض بجز جنت کے کچھ نہیں''۔(مشکٰوۃ شریف)

اس میں حج وعمرہ کا ایک دینی فائدہ مذکور ہے اور ایک دُنیوی نفع، اور گناہ سے مراد حقوق اللہ ہیں کیونکہ حقوق العباد تو شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے۔(الحدیث الا الدین کمافی المشکٰوۃ عن مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دُعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت کرتا ہے''۔(مشکٰوۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا پھر راستہ ہی میں (اِن کاموں کے کرنے سے پہلے) مرگیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ والے کا ثواب لکھے گا''۔(مشکٰوۃ شریف)

اور حج کے متعلق ایک تیسرا عمل اور بھی ہے یعنی حضور اقدس ﷺ کے روضۂ شریف کی زیارت جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے، اور جس طرح حج میں عشق الٰہی کی شان تھی اس زیارت میں عشق نبوی کی شان ہے اور جب حج سے عشق الٰہی میں ترقی ہوئی اور زیارت سے عشق نبوی میں تو جس کے دل میں اللہ ورسول کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا۔اس شانِ عشقی کا پتہ ذیل کی حدیث سے چلتا ہے :

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''جو شخص حج کرکے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرلے، وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرلے''۔(مشکٰوۃ شریف)

حضور اقدس ﷺ نے دونوں زیارتوں کو برابر فرمایا اور جب کسی خاص بات کی تخصیص نہیں تو ہر اثر میں برابر ہوں گی، اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی زیارت ہوتی تو کس قدر آپ کا عشق قلب میں پیدا ہوتا تو وفات کے بعد زیارت کرنے کا بھی وہی اثر ہوگا، اور حدیث تو اس دعوے کی تائید کے لیے لکھ

دی ورنہ اس زیارت کا یہ اثر ترقی عشق نبوی کھلم کھلا آنکھوں سے نظر آتا ہے، اور جس طرح حج کے مقام یعنی مکہ معظّمہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اس زیارت کے مقام یعنی مدینہ منورہ میں محبت کی شان رکھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''اے اللہ ! ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی'' ۔(مشکٰوۃ)

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے محبوبیت کی دعا فرمائی ہے تو حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے لیے دوگنی محبوبیت کی دعا فرمائی تو دوگنی محبوبیت ہوگی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ ! مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے، جیسے ہم مکہ سے محبت کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ'' (مشکٰوۃ)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''نبی کریم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی وادیوں کو دیکھتے تو سواری کو تیز کردیتے ، مدینہ کی محبت کے سبب'' (مشکٰوۃ)۔ محبوب کا محبوب جب محبوب ہوتا ہے تو ضرور مسلمانوں کو مدینہ سے محبت ہوگی۔ یحیٰ ابن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رُوئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو، یہ بات تین بار فرمائی'' ۔ (مشکٰوۃ)۔

اس میں یہ بھی تقریر ہے جو اس سے پہلے حدیث میں تھی، اور حج وزیارت سے محبت کا بڑھ جانا اور خود حج وزیارت کی اور ان کے مقاموں کی بھی محبت ہر ایمان والے کے دل میں ہونا محتاج دلیل نہیں، اور اس محبت کا جو اثر دین پر پڑتا ہے اس کا بیان اُوپر ہو چکا ہے۔(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی دسمبر ۲۰۰۴ء)

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔(ادارہ)

کارگزاری سفر مظفر آباد و بالاکوٹ

﴿ خالد عثمان متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

میرے پیرو مرشد حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب اور جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس حضرت مولانا محمد حسین صاحب، بھائی سیّد حسّان میاں اور جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء بھائی سلطان معاویہ عبدالرشید بلتی واحقر خالد عثمان ۹ بجے صبح الحامد ٹرسٹ کی طرف سے امدادی سامان سمیت زلزلہ زدہ علاقہ کے دورہ پر مظفرہ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں گکھڑ میں اُستاد الاساتذہ، ولی کامل حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم العالی کی زیارت اور مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے، ۱۰ منٹ بعد وہاں سے آگے روانگی ہوئی براستہ مری ہم رات کو ساڑھے نو بجے زلزلہ سے تباہ حال مظفر آباد میں رنجاٹہ شہر محلّہ صادق آباد میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب کے پاس پہنچے اور ان سے مدرسہ کے طلباء اور طالبات کی شہادت اور مدرسہ کی عمارت کے منہدم ہونے پر اظہار تعزیت اور ہمدردی کی۔

مفتی صاحب کا مدرسہ جامعہ ابو ہریرہؓ زلزلہ سے بری طرح متاثر ہو چکا تھا انہی کے ہاں رات کا قیام ہوا، اور رات خیمہ میں گزاری۔ صبح فجر کی نماز کے بعد مفتی محمود الحسن صاحب کی فرمائش پر حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے انتہائی پُر اثر بیان فرمایا جس میں علماء، طلباء اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اور جو اُس وقت امدادی کارروائیوں میں مصروف تھے سب ہی حضرت کے بیان کو بہت محبت اور شوق سے سنتے رہے اور حضرت کے بیان پر بہت خوش ہوئے اور ایک مرتبہ پھر حضرت کے بیان کی وجہ سے اُن میں خدمت کا جذبہ اُبھرا اور سب کے سب حسبِ معمول امدادی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت کے اس مؤثر بیان کا اب بھی مجھے ایک ایک لفظ یاد ہے۔ کارگزاری کے طویل ہو جانے کی وجہ سے نہیں لکھ سکتا ورنہ طبیعت تو چاہتی ہے کہ حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب کا یہ بیان ماہنامہ ''انوار مدینہ'' میں دے دوں۔

حضرت مفتی صاحب نے بتلایا کہ زلزلہ کے فوراً بعد سے اب تک جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء نے امدادی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا پیدل سفر کر کے بہت دور دراز علاقوں میں مدد کے لیے پہنچے، انتہائی خطرناک مقامات

تک بھی گئے اور ایسے مقامات پر بھی گئے جہاں تا حال فوج بھی نہیں پہنچ سکی ، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اگلی صبح نو بجے جمعرات کے دن مظفر آباد سے روانہ ہو کر گڑھی حبیب اللہ کے راستے بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ تمام راستے میں زلزلے سے متاثرہ مکانات اور خیمہ بستیاں نظر آتی تھیں۔ کوہالہ، مظفر آباد، گڑھی حبیب اللہ، بالاکوٹ کے پہاڑوں کی سلائیڈنگ نظر آتی تھی اور بعض جگہوں میں اب بھی پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ راستے میں گڑھی حبیب اللہ کے دو رہائشی طلباء جو اُس وقت ہمارے ہم سفر تھے ان کے زلزلہ سے متاثر والد اور چچا سے ملاقات کے بعد بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوئے، بالاکوٹ پہنچنے پر سب سے پہلے ظہر کی نماز ادا کی پھر امام المجاہدین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے، اس کے بعد مجاہد اعظم حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ مزار مبارک سے واپسی پر بالاکوٹ شہر میں جامعہ فریدیہ (اسلام آباد) کے قائم کردہ ''ادارۃ القاسم'' میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے حکم پر امدادی اشیاء اُن کے حوالے کیں اور وہاں ادارہ میں موجود مولانا سعید اعوان صاحب مولانا قاسم صاحب اور باقی تمام ساتھیوں سے ملاقات کی اور اُن کی خدمات کو سراہا۔ ابھی تک حکومت نے نہ تو ملبہ کو ہٹایا ہے اور نہ ہی کسی انسان کو وہاں سے نکالا ہے۔ بالاکوٹ شہر میں ۵ منزلہ ہوٹل مکمل طور پر زمین کے اندر دھنس گیا تھا اور صرف اُوپر کی چھت نظر آتی تھی۔ شہر کی باقی مارکیٹیں، دکانیں سکول اور ہوٹل اور اکثر عمارتیں زمین کے اندر دھنسی ہوئی نظر آتی تھیں۔ پھر مانسہرہ سے ایبٹ آباد تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے دوپہر کا کھانا مولانا زبیر صاحب کے گھر بعد مغرب کھایا۔ بعد ازاں ایبٹ آباد میں مولانا زبیر صاحب کی رہائش گاہ سے رخصت ہوئے، شب کے اڑھائی بجے لاہور بخیریت واپسی ہوئی۔

نوٹ : حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے جامعہ ابو ہریرہ مظفر آباد میں بیان کے دوران بہت زبردست جملہ ارشاد فرمایا کہ ''یہ زلزلہ بعض لوگوں کے لیے عذاب اور بعض لوگوں کے لیے امتحان تھا'' بہر حال موت کی سختی سے تو بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں بچ سکتا کیونکہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ امتحان کے بعد اُن کے لیے نعمت کا ذریعہ بنے۔ جب کسی انسان کے بدن پر دانے نکل آتے ہیں تو اُس میں صرف اُسی جگہ کا قصور نہیں ہوتا بلکہ پورے بدن کے خون کے خراب ہونے کی وجہ سے کسی ایک جگہ پر دانے نکل آتے

ہیں، تو اس طرح یہ عذاب صرف اُن کے گناہوں کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ پوری اُمت کے اجتماعی گناہوں کی وجہ سے آیا ہے اور پھر صرف انہی علاقوں میں تباہی کی وجہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، پس ہر مسلمان کو مرتے دم تک حضور ﷺ کے طریقوں پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنا چاہئے''۔

اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ اپنے پیرو مرشد حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب اور باقی بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ان کے زیرِ سایہ ہماری اصلاح فرمائے اور ان کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دعاؤں کا طلبگار

خالد عثمان سمندری کلہ (کرک)

متعلم جامعہ مدنیہ جدید

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

گلدستۂ احادیث

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

جنت اور جہنم کو واجب کرنے والی دو باتیں

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ قَالَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ النَّارَ، وَمَنْ مَّاتَ لَایُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ " (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ ص ۱۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو باتیں (جنت اور جہنم کو) واجب کرنے والی ہیں، ایک صاحب نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنت اور جہنم کو) واجب کرنے والی دو باتیں کونسی ہیں؟ آپ نے فرمایا (پہلی بات تو یہ ہے کہ) جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ (اس کی ذات یا صفات میں) کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور (دوسری بات یہ ہے کہ) جو شخص اِس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ (اس کی ذات یا صفات میں) کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔

ف : اس حدیث اور اِس جیسی دیگر احادیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اِقرار کرکے اُس کے تقاضوں کو پورا کرے گا یعنی شریعت کی پیروی کرے گا اور اسی اعتقاد واطاعت پر دُنیا سے جائے گا تو وہ یقیناً جنتی ہوگا، البتہ اگر ایمان لانے کے بعد اِس سے عملی کوتاہیاں ہوئیں تو اِسے اُس کی سزا بھگتنی پڑے گی اور سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرائے گا اور اِسی شرکیہ اِعتقاد پر دُنیا سے جائے گا تو وہ یقیناً دوزخی ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

دوقسم کے لوگوں کا جہاد

عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ : " اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی وَجْہَ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الْاَمِیْرَ وَاَنْفَقَ الْکَرِیْمَۃَ وَیَاسَرَ الشَّرِیْکَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَہٗ وَنَبْھَہٗ اَجْرٌ کُلُّہٗ ، وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَاءً وَّسُمْعَۃً وَّعَصَی الْاِمَامَ وَاَفْسَدَ فِی الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَرْجِعْ بِالْکَفَافِ"

(ابو داوٗد شریف ج ۱ ص ۳۴۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جہاد دوقسم (کے لوگوں) کا ہوتا ہے (ایک وہ شخص کہ) جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے جہاد میں شرکت کی، اپنے امیر کی اطاعت کی، اپنے پاک مال اور پاک جان کو صرف کیا، اپنے شریکِ کار سے اچھا معاملہ کیا، فتنہ وفساد سے بچتا رہا تو اِس شخص کا تو سونا جاگنا سب کا سب باعثِ اجر وثواب ہے، اور (دوسرا وہ شخص ہے کہ) جس نے فخر و غرور، ریا کاری اور ناموری وشہرت کی غرض سے جہاد میں شرکت کی، امیر کی نافرمانی کی، زمین میں فتنہ وفساد پھیلایا تو ایسا شخص تو برابر سرابر بھی نہیں لوٹے گا۔

ف : احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد بہت بڑے اجر وثواب والا عمل ہے لیکن یہ اجر وثواب اسی صورت میں ملے گا جبکہ نیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ اگر اس میں ریا کاری اور ناموری کی غرض شامل ہوگئی تو بجائے اجر وثواب کے اُلٹا گناہ ہوگا۔ مذکورہ حدیث مبارکہ میں دوسرے شخص کے بارہ میں جو یہ فرمایا کہ ایسا شخص تو برابر سرابر بھی نہیں لوٹے گا اِس کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ یہ شخص بغیر کسی اجر وثواب کے لوٹے گا اِسے اجر وثواب نہیں ملے گا اگرچہ گناہ نہ ہو، دوسرا یہ کہ یہ شخص اِس طرح نہیں لوٹے گا کہ نہ ثواب ہو نہ گناہ ہو بلکہ گنہگار ہوکر لوٹے گا اور اِس کا گناہ اِس کے اجر وثواب سے بھی زیادہ ہوگا۔

دینی مسائل

﴿ خاص حالات کی کچھ نمازیں ﴾

نمازِ استسقاء :

جب بارش کی ضرورت ہو لیکن بارش نہ ہو رہی ہو، اُس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دُعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لیے اس طریقہ سے دعا کرنا مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پا پیادہ خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں ،توبہ کی تجدید کریں اور اہلِ حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بلا اذان و اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام قراءت جہر سے پڑھے، پھر دو خطبے پڑھے جس طرح عید کے روز کیا جاتا ہے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے پھر امام قبلہ رُو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسانے کی دُعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو جب بھی تین دن پورے کر دیں اور نکلنے سے پہلے تین دن روزہ بھی رکھیں تو مستحب ہے اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

نماز کسوف و خسوف :

مسئلہ : کسوف (سورج گرہن) کے وقت جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز مسنون ہے۔

مسئلہ : نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکمِ وقت یا اُس کا نائب امامت کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امام مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ : اگر امام نہ ہو تو لوگ اپنی نماز تنہا فرداً فرداً پڑھیں دو رکعت یا چار رکعت، اور چار رکعت افضل ہے۔

مسئلہ : عورتیں یہ نماز تنہا پڑھیں۔

مسئلہ : نمازِ کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں ہے، اگر لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو **الصلٰوۃ جامعۃ**

پکار دیا جائے۔

مسئلہ : نمازِ کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورہ بقرہ وغیرہ کے پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کو بہت لمبا کرنا مسنون ہے اور قراءت آہستہ پڑھے۔

مسئلہ : نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دُعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں۔ جب تک گرہن موقوف نہ ہو جائے دُعا میں مشغول رہنا چاہیے۔ ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو دُعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

مسئلہ : خسوف (چاند گرہن) کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں، سب لوگ تنہا علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔

مسئلہ : اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے ٹوٹیں یا برف گرے یا بارش بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضہ وغیرہ پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔ مگر اِن کے لیے جو نمازیں پڑھی جائیں اُن میں جماعت نہ کی جائے، ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

نمازِ خوف :

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں۔ استقبالِ قبلہ بھی اُس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں اور اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں۔ اُس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ جماعت سے نماز پڑھ سکیں، اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں اُن کو جماعت نہ چھوڑنا چاہیے۔

اور اس طریقے سے نماز پڑھیں کہ تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو یعنی ظہر، عصر،

مغرب، عشاء ہو جبکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں اور قصر نہ کریں تو امام جب دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تب یہ حصہ چلا جائے اور اگر یہ لوگ مسافر ہوں اور قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ اور عیدین کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے اور دوسرا حصہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے۔ امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

پھر جب بقیہ نماز امام پوری کر چکے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز قراءت کے بغیر پوری کر لیں اور سلام پھیر دیں اِس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں۔ پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قراءت کے ساتھ پوری کر لے اور سلام پھیر دے اِس لیے کہ وہ لوگ مسبوق ہیں۔

مسئلہ : حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز پوری کرنے کے لیے آتے وقت پیدل چلنا چاہیے، اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔

مسئلہ : دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آکر اپنی نماز پوری کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز پورا کرنا مستحب اور افضل ہے ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں پوری کر لے تب دشمن کے مقابلہ میں جائے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے۔

مسئلہ : نماز پڑھنے کا یہ طریقہ اُس وقت کے لیے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو (جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تھی) اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے طریقے سے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد یہ خیال غلط نکلا تو امام کی نماز تو صحیح ہو گئی مگر مقتدیوں کو اس نماز

کا اعادہ کرلینا چاہیے۔اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لیے خلاف قیاس عملِ کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے۔شدید ضرورت کے بغیر اس قدر عمل کثیر نماز کے لیے مفسد ہوتا ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقے سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مثلاً باغی لوگ بادشاہِ اسلام پر چڑھائی کردیں یا کسی دنیاوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اُس وقت عملِ کثیر معاف نہ ہوگا۔

مسئلہ : جہت قبلہ کے خلاف نماز شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے تو اُن کو چاہیے کہ فورًا قبلہ کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اِسی حالت میں دشمن آجائے تو ان کو فورًا دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے اور اُس وقت استقبالِ قبلہ شرط نہ رہے گا۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔(ادارہ)

خانقاہِ حامدیہ اور رمضان المبارک

﴿ عُکاشہ یوسف، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

اِس رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کا مجھ سِیہ کار اور گنہگار پر خاص فضل و کرم ہوا کہ خانقاہ حامدیہ کے تحت لاہور میں آخری عشرۂ اعتکاف کی توفیق ہوئی اور حضرتِ شیخ کامل مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ کی صحبت کا شرف ملا۔ اور شُرکائے اعتکاف کی تعداد مریدین و مقیمین حضرات سمیت تقریباً تیس تھی۔ اور حضرت شیخ کی جانب سے مریدین کیلئے کچھ اعمال اجتماعیہ تھے اور کچھ حسبِ حال انفرادی اعمال تھے۔

اجتماعی طور پر ہر روز عصر کے بعد حضرتِ شیخ اور تمام مریدین و مقیمین شیخ المشائخ مُرشدنا وسیدنا مولانا الحافظ السید حامد میاں قدس اللہ سرّہ العزیز کے ملفوظاتِ عظیمہ اور مواعظ کریمہ کی کیسٹ سننے کیلئے ایک حلقہ میں بیٹھ جاتے، جب حضرتِ والاؒ اپنے ناصحانہ انداز میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی تشریح بیان فرماتے تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ چشمۂ محبتِ الٰہیہ کی آبشاریں ہمارے ویران وخشک دلوں کی بنجر زمین کو سیراب کر رہی ہیں اور ہمارے ایمانی جذبوں کو تروتازہ کر رہی ہیں اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ چشمۂ نور افروز کی دلفروز کرنیں ہمارے سینوں میں جاگزیں ہو رہی ہیں اور معصیت و نافرمانیت کی ظلمت و تاریکی نورِ معرفت کے ہواؤں کے جھونکوں سے زائل ہو رہی ہیں اور خواہشات ولذات کی کالی گھٹائیں چھٹ رہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت و چاہت کی پھلواری عیاں ہو رہی ہیں اور ابرِ رحمت قطراتِ باران کی طرح برس رہے ہیں اور تاریک آشیانۂ خاطر منور ومعطر ہو رہا ہے اور مرجھائے عزائم واُمیدوں کے بے رنگ پھول اپنی پنکھڑیوں سے خوش رنگی میں ڈھل رہے ہیں، اور افسردہ و رنجیدہ گلستانِ قلب میں بشاشت وراحت کے دلفریب جھونکے پروان چڑھ رہے ہیں اور ہمارے سینے بحرِ عشقِ الٰہی میں غوطہ زن ہیں اور گویا کہ علم وحلم کے ایسے سمندر بیکراں تھے جس سے فیوض کی نہریں تشنگانِ علم کو سیراب کر رہیں ہیں۔ حضرت والاؒ کے درس حدیث کی کیسٹ تقریباً آدھ گھنٹہ سنی جاتی، اس کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا اور ہر طالب اپنے ہدایت کردہ ذکر میں افطار تک مشغول رہتا اور پھر حضرتِ شیخ کی صحبت میں تمام مریدین

افطاری کرتے اور ساتھ ساتھ حضرتِ شیخ کی ناصحانہ گفتگو سے اِستفادہ حاصل کرتے۔ اُس وقت میں جو مسائل پیش آتے وہ حضرت سے دریافت فرماتے۔

جب عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہوجاتے تو حضرتِ شیخ کی صحبت میں سارے مریدین و متعلقین حضرات ایک حلقہ میں جمع ہوجاتے، اس حلقہ میں دو کتابوں کی تعلیم ہوتی، وہ برکت العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ العزیز کی تالیف فرمودہ ''تاریخ مشائخ چشت'' تھی۔ آخری دن ہمارے حضرتِ اعلیٰ شیخ المشائخ مرشدنا وسیّدنا ومولانا الحافظ السیّد حامد میاں قدس اللہ سرہ العزیز کے ذکرِ خیر کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوجاتا۔ اور حضرتِ شیخ تاریخ مشائخ چشت خود پڑھتے اور ساتھ ساتھ تشریح اور وضاحت بھی فرماتے اور اکثر اپنے مریدین سے کتاب پڑھواتے اور باقی حضرات ہمہ تن گوش ہوکر سنتے۔ تاریخ مشائخ چشت کے پڑھنے سے ہمیں تصوف کی اہمیت اور ضرورت کا علم ہوا اور یہ جذبہ پیدا ہوا کہ طالبِ صادق بننا ضروری ہے جس طرح ہمارے مشائخ چشتیہ اور دیگر تمام سلفِ صالحین کا طریقہ رہا ہے کہ اُن حضرات نے دُنیا سے بے رغبتی اور عاجزی وانکساری، تقویٰ واطاعت کی جو مثالیں قائم کی ہیں اُن کو ہم نمونہ بنائیں۔ اور دوسری کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سُنتوں کے متعلق ''نبوی لیل ونہار'' جس کو حضرتِ شیخ خود پڑھ کر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت وضرورت بیان فرماتے، یہ عمل تقریباً رات بارہ بجے تک جاری رہتا۔

۲۹ رمضان المبارک بعد تراویح حضرت شیخ نے اپنے مرید ڈاکٹر محمد امجد صاحب (موہنی روڈ لاہور) کو جنہوں نے تصوف کی تکمیل کرلی تھی، سلاسل اربعہ طیبہ میں اجازتِ بیعت وخلافت دی اور اُن کی دستار بندی فرمائی، نیز مولانا عبدالستار صاحب بہاولنگری کو آپ کی جانب سے چھ سات برس قبل اجازتِ بیعت وخلافت دی جاچکی ہے، اس موقع پر ان کو بھی تبرکاً دستارِ خلافت باندھی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دُنیا وآخرت میں اپنی مرضیات سے نوازے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ سلسلۂ چشتیہ کو اقوامِ عالم میں تاقیامت جاری وساری فرمائے اور مجھ سیہ کار وگنہگار کو بھی اِن مشائخ کے فیوض وبرکات سے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۹ر نومبر کو حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب (صدر الحامد ٹرسٹ) الحامد ٹرسٹ کی طرف سے ایک وفد کے ہمراہ امدادی سامان لے کر زلزلہ زدہ علاقہ کے دورہ پر مظفرہ آباد، گڑھی حبیب اللہ، ایبٹ آباد اور بالاکوٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۱ر نومبر کو بخیریت واپسی ہوئی۔

۱۷ر نومبر سے شروع ہونے والے تبلیغی اجتماع کے موقع پر ملک کے اطراف و اکنار سے بہت سے مہمانوں کی جامعہ مدنیہ جدید آمد و رفت رہی۔

۱۹ر نومبر کو جناب حافظ فرید احمد صاحب شریفی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۱۹ر نومبر کو جناب مولانا ارشد الحسینی صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، اور دیگر بہت سے اکابر اور سینٹ کے ممبران بھی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔

۲۰ر نومبر کو جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کی عصر کے بعد جامعہ مدنیہ جدید تشریف آوری ہوئی، جامعہ کی تعمیری ترقی دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

۱۹ر شوال/ ۲۲ر نومبر کو جامعہ مدینہ جدید میں بخاری شریف سمیت تمام مضامین کی تعلیم کا آغاز ہو گیا، بحمد للہ سات سو سے زائد مقیم طلباء تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید میں اس سال سے دورۂ حدیث شریف کے آغاز کی وجہ سے اساتذہ کرام کی تعداد میں اضافہ ناگزیر ہو گیا تھا، طلباء کی تعداد بھی ماشاء اللہ روز افزوں ہے، اس لیے فوری طور پر تین اساتذہ کرام کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، اِن میں قابل ذکر حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب بھی ہیں جو سال کے آغاز سے جامعہ مدنیہ جدید میں تعلیم کا آغاز کر چکے ہیں۔ طلباء کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔